ڈاکٹر محمد صبیح انور

۲۶ مارچ ۲۰۰۸ء

قبر رضیہ سلطانہ

رضیہ سلطانہ دختر التمش کی قبر بھی فصیل دار دِلّی کے ایک محلّے بُلبُلی میں واقع ہے۔ تُرکمان دروازے سے پُرانی دِلّی کے اندر داخل ہوں تو سیتارام بازار آتا ہے۔ مُجھے یہاں بھی کھوّے سے کھوّا چِھلتا دکھائی دیا۔ دورویہ دُکانیں، اُن میں بیٹھے گاہکوں کے مُنتظر دُکاندار، پیدل اور میکانیکی رِکشے والے اور مزدوروں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا (عکس ۱)۔

پیدل چلتے ہوئے آپ کے بائیں ہاتھ ایک مسجد دکھائی دیتی ہے جس کا اصل نام ''مسجد کلاں'' ہے۔ کلاں فارسی میں بڑے کو کہتے ہیں مگر دِلّی والوں کے روزمرّہ کا اثر ہے کہ کلاں بگڑتے بگڑتے یا پھر سنورتے سنورتے ''کالا'' اور پھر ''کالی'' ہو گیا ہے۔ اور اب یہ مسجد اپنے ظاہری رنگ اور ہیولیٰ سے قطع نظر اپنے مجازی رنگ سے مشہور ہے یعنی ''کالی مسجد''۔ مگر درحقیقت یہ مسجد نہ تو بڑی ہے نہ کالی (عکس ۲)۔ جب میں اس مسجد کے سامنے پہنچا تو عین نصفُ النّہار کا وقت تھا۔ شاید اسی لئے مسجد کا دروازہ بند تھا اور میں اندر نہ جا سکا۔ مگر مسجد کے گِردوپیش دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ معبد بھی اپنے اِرد گِرد کی زندگی اور ہماہمی کے طُوفان میں جذب ہو گیا ہے اور مذہب، ثقافت، رسم ورواج اور کاروبار سب ایک ہی مرکز پر جمع ہو گئے ہیں۔ اُن میں کوئی فاصلہ اور تفاوت باقی نہیں رہا۔

بازار سیتارام میں اپنا سفر جاری رکھیں تو ایک مقام پر سڑک دو نئی سڑکوں کو جنم دیتی ہے۔ ایک بائیں طرف مڑ جاتی ہے تو دوسری دائیں طرف۔ دائیں طرف دراصل ایک تنگ گلی ہے جِسے دُھوپ کی میزبانی کا شرف شاذ ہی حاصل ہوتا ہے (عکس ۳)۔ مگر اس گلی میں گزرتے گھروں کے کُھلے دروازے ہر رہ گیر کو کُھلے بندوں دعوتِ مہمانی دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ کُھلے کواڑ، صاف سُتھرے صحن اور اُن میں کُودتے پھلانگتے نیم برہنہ بچے اندرونِ دِلّی کے باسیوں کی فراخ دلی اور کُشادہ مزاجی کی گواہی دیتے ہیں۔

دراصل یہی گلی بلبلی کا محلّہ کہلاتی ہے۔ گلی از خود دائیں بائیں مڑتی ہے۔ میں بالکل آخر تک پُہنچا تو محسوس ہوا کہ آوازوں کا غُل غپاڑہ یکبارگی خاموش ہو گیا ہے۔ ہر طرف ایک سکوت چھا گیا۔ محض نادیدہ پرندوں کی چہکار اس مسلسل خاموشی کو نہایت بے دردی سے توڑے جا رہی تھی۔ محکمہ آثارِ قدیمہ کی شناسا رنگوں والی تختی پر قبرِ رضیہ سُلطانہ کی نشاندہی کی گئی تھی۔ تختی کے بعد آہنی سلاخوں والا ایک دروازہ تھا جو نہایت سختی سے بند تھا۔ میں نے اسے پوری قوت سے کھولا اور اندر گیا۔ کھلے آسمان تلے دو سادہ قبریں، بے نام ونشان اینٹوں کے ایک دو ہاتھ اُونچے چبوترے پر موجود تھیں۔ اُن میں سے ایک رضیہ سُلطانہ اور دوسری اُسکی بہن شازیہ کی ہے۔ قبروں کے سر کے ساتھ ہی دو برتن پڑے تھے جن میں کبوتروں کے لئے دانہ دُنکا رکھا تھا (عکس ۴)۔ قبروں سے متصل ایک چھوٹی سی مسجد اپنی موجودگی کا زبردستی اِحساس دلاتی تھی (عکس ۵) اور مشرقی سمت مقامِ وضو کے ساتھ ہی ایک اور چبوترے پر دو نامعلوم قبریں دکھائی دیں جو شاید اِسی خاندان

کے دو بچوں کی تھیں۔

میں فاتحہ میں مصروف تھا کہ ایک ماں اپنے نونہال کو لئے صحن میں آ موجود ہوئی۔ وہ مجھے بتانے لگی کہ وہ عارضی طور پر اس محلے میں اپنے رشتے داروں کے ہاں ٹھہری ہوئی ہے اور چاہتی ہے کہ اپنے بچے کو رضیہ بی بی کی قبر کی زیارت کرائے۔ پھر وہ اپنے بیٹے کو رضیہ مہارانی کے بارے بتانے لگی۔ مجھے احساس ہُوا کہ خاتون کو اس بات کی بھی شدید تشویش تھی کہ کہیں رضیہ کی قبر کے ساتھ ملحقہ قبر کسی مَرد کی تو نہیں۔

خیر تاریخی واقعے کی بات کریں تو پتہ چلتا ہے کہ رضیہ کے باپ التمش نے تو مہرولی کے علاقے میں اپنی راج دھانی قائم کی۔ اِس ذہین بادشاہ نے دِلّی کی بستی مہرولی کی از سرِ نو ترتیب باندھی۔ قطب مینار کی تصعید و تسوید کی۔ اہلِ دِلّی کی آبیاری کے لئے حوض شمسی تعمیر کرایا۔ مدرسوں، خانقاہوں اور سرایوں کی رونق بڑھائی۔ مگر نہ جانے کیوں رضیہ کے نصیب میں اُس وقت کے اس بے آباد اور بے رونق منطقے میں دفن ہونا ٹھہرا۔ خود مہارانی تو جنگی محاذوں پر مصروفِ پیکار رہی، مگر کیا وجہ کہ اسے اپنے باپ کے سرہانے مہرولی کے مہر آباد، شاد آباد علاقے میں ابدی گھر نہ مل سکا؟

ہندوستانی تاریخ حقیقت اور افسانے کا مرقع ہے مگر ہر افسانے کی تہ میں یقیناً ایک حقیقت کا مغز بھی موجود ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ رضیہ کو ایک سیاہ فام غلام ''یاقوت'' سے عشق ہو گیا تھا۔ ایک تُرک زادی کو ایک حبشی غلام ابنِ غلام سے محبت! طُغرے دار تُرک وزرا اور مشیر یہ کب گوارا کرتے تھے۔ انُھوں نے سازش کے ذریعے رضیہ کو دورانِ جنگ یا پھر صحرا نوردی کی حالت میں قتل کرا دیا اور مہارانی کو نہایت خاموشی میں اس بے نام مقام پر دفن کرا دیا۔

شاید اسی طرح کی کِسی روایت کے بارے میں الطاف حسین حالؔی نے کہا تھا

اے عشق تُو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جِس گھر سے سَر اُٹھایا، اس کو بِٹھا کے چھوڑا
رایوں کے راج چھینے، شاہوں کے تاج چھینے
گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا